سید فضل الرحمٰن

# سنت۔ضرورت واہمیت

## بعثت انبیا کی ضرورت

تمام کائنات کا خالق اللہ تعالیٰ ہے ،اور وہی تمام مخلوقات کا پالنے والا ہے، اسی نے جنوں اور انسانوں کو اپنی کسی ضرورت اور غرض کے لئے نہیں بل کہ ان کے اپنے نفع کے لئے عبادت کی ادائیگی کی صلاحیت اور استعداد کے ساتھ پیدا کیا، تا کہ وہ اس کے معبود برحق ہونے کا اقرار کریں اور اسے پہچانیں۔چناں چہ ارشاد ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِO (۱)

اور میں نے جنوں اور انسانوں کو عبادت ہی کے لئے پیدا کیا ہے۔

اس لئے انسان کو اللہ کے سوا کسی اور کے آگے نہیں جھکنا چاہئے۔یہی اس کا طرہ امتیاز اور وظیفہ حیات ہے کہ وہ صرف اللہ کا بندہ بن کر اس کے احکام کے تحت اسی کی رضا اور خوش نودی میں اپنی زندگی گزارے۔اسی کا نام عبادت ہے۔جو شخص یک سوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکام بجالائے گا اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائے گا تو قیامت کے روز اللہ اس کو پوری پوری جزا عنایت فرمائے گا ،اور جو شخص نافرمانی کرے گا اور اس کے ساتھ کسی اور کو شریک کرئے گا تو اس کو بدترین سزا ملے گی۔

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ اسلام کو پیدا فرمایا۔ان ہی کے ذریعے نسل انسانی پھیلی، ابتدا میں سب لوگ ایک ہی عقیدے اور ایک ہی خیال کے حامل تھے۔ جیسے ارشاد ہے:

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً قف فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ص وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ (۲)

(ابتدا میں) سب لوگ ایک ہی گروہ تھے۔ پھر (جب ان میں اختلاف ہوا تو) اللہ نے نبی بھیجے جو خوش خبری دیتے اور ڈراتے تھے اور ان کے ساتھ سچی کتاب بھی نازل کی، تاکہ اللہ اختلافی باتوں میں لوگوں کے درمیان فیصلہ کردے۔

پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان میں اختلاف پیدا ہونے لگا، اور کچھ عرصے کے بعد ان کے عقائد بھی ایک دوسرے سے مختلف ہو گئے اور یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا کہ کون حق پر ہے اور کس کے عقائد باطل ہیں۔ اس اختلاف کو دور کرنے اور اپنی ہدایت کو عام کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں سے ایک گروہ کو منتخب فرما کر ان کی تربیت خود فرمائی اور پھر ان کو انسانوں کی طرف مبعوث فرمایا۔ یہ منتخب گروہ انبیا علیہم السلام کا ہے۔ ان میں سب سے پہلے حضرت آدم علیہ اسلام مبعوث ہوئے اور سب سے آخر میں حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء پر اپنی کتابیں اور بعض پر صحیفے اور بعض پر کتابیں اور صحیفے دونوں نازل فرمائے۔ کوئی قوم کوئی زمانہ اور کوئی جگہ نبیوں اور ان کے جانشینوں سے خالی نہیں رہی، جیسے ارشاد ہے:

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ج فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ O (۳)

ہر امت کے لئے ایک رسول ہوا ہے، پس جب ان کا رسول ان کے پاس آچکا تو اس کے بعد انصاف کے ساتھ ان کا فیصلہ کیا گیا اور ان پر ظلم نہیں کیا گیا۔

اگر تنہا قرآن مجید یا کوئی دوسری آسمانی کتاب ہدایت و رہ نمائی کے لئے کافی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کو تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجنے کی ضرورت نہ ہوتی، بل کہ جب بھی ضرورت ہوتی تو کوئی آسمانی کتاب نازل کر دی جاتی۔ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ انبیاء کی تعداد کے مقابلے میں کتابوں اور صحیفوں کی تعداد بہت ہی کم ہے، یعنی ۱۰۴ یا ۳۱۴ وغیرہ۔ اس کا سیدھا سا جوابِ یہ ہے کہ اصل ضرورت واہمیت نبی کی ہے، کتاب ثانوی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لئے پیغمبر اور ان کی تعلیمات کو کتاب سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ خود قرآن مجید نے بھی متعدد مقامات پر نبی

کریم ﷺ کی سنت، آپ کے فیصلوں، آپ کی ہدایات اور آپ کی طرف سے بیان کردہ قرآن کریم کی تفسیر وتوضیح پر عمل کرنے کو لازمی قرار دیا ہے (تفصیل آگے آئے گی) اور آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر آخرت میں دردناک عذاب کی وعید سنائی ہے۔

## نبوت ورسالت

نبوت ورسالت کوئی فن یا ہنر نہیں جس کو کسب واکتساب اور اپنی محنت وصلاحیت سے حاصل کیا جاسکے، بل کہ یہ منصب محض عطائے ربانی کے نتیجے میں حاصل ہوتا ہے۔ آدمی اپنی ریاضت، عمل صالح، ذکر وتسبیحات اور عبادات میں کمال پیدا کر کے ولی تو بن سکتا ہے، مگر نبی نہیں بن سکتا۔ نبی تو وہی ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ منصب نبوت ورسالت عطا فرمائے۔ قران کریم میں ارشاد ہے:

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ (۴)

اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کس کو عطا فرمائے۔

جس طرح دیگر انبیاء اپنے اپنے زمانے اپنی اپنی قوم اور اپنے اپنے علاقے کے لوگوں کی ہدایت ورہ نمائی کے لئے احکام خداوندی لے کر آتے رہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی تائید وحمایت اور وحی سے نوازا، اسی طرح سب سے آخر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر آئے۔ آپ کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی تائید وحمایت اور وحی سے نوازا۔ جسے ارشاد ہے:

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَا اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ (۵)

بلاشبہ ہم نے آپ کی طرف اسی طرح وحی کی جس طرح نوح اور ان کے بعد آنے والے نبیوں کی طرف کی۔

سابقہ انبیا میں ہر ایک ایک خاص زمانے اور ایک خاص قوم کے لئے مبعوث ہوا تھا۔ مگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت قیامت تک ہر قوم اور ہر زمانے کے لوگوں کے لئے ہے۔ آپ خاتم الانبیا ہیں وحی ورسالت کا مقدس سلسلہ آپ پر ختم ہوگیا۔ اب قیامت تک نہ کوئی نبی اور رسول آئے گا اور نہ کسی انسان پر وحی نازل ہوگی۔ اور نہ ہی اس کی ضرورت ہے، کیوں کہ

آپ ﷺ کو جو کتاب عطا کی گئی ہے، وہ تمام سابقہ کتب کی ناسخ اوراحکامات الہیہ کی جامع ومکمل کتاب ہے ۔اور اللہ تعالیٰ نے خود اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے، تا کہ آپ کی شریعت قیامت تک بلاکسی تحریف وتغیر باقی رہے۔

## وحی

لغت میں وحی کے معنی ہیں۔ دوسرے کو پوشیدہ طور پر کچھ بتانا۔ جلدی سے کوئی اشارہ کر دینا، دل میں کوئی بات ڈالنا، الہام کرنا،عمل میں جلدی کرنا وغیرہ۔ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ لفظ اصل میں تفہیم یعنی سمجھانے کے معنی میں آتا ہے۔ پھر یہ تفہیم جس طرح بھی ہوخواہ کلام کے ذریعے ہو یا کتابت یا اشارے وغیرہ سے ہوسب وحی ہے(۶) علامہ راغب اصفہانی فرماتے ہیں کہ وحی کے معنی ہیں جلدی سے اشارہ کردینا،خواہ یہ اشارہ رمز وکنائے سے کیا جائے یا کسی بے معنی آواز سے،اورخواہ کسی عضو کے اشارے سے ہو یا کسی تحریر سے۔(۷)

## اقسامِ وحی

وحی کی بہت سی اقسام ہیں، آگے بڑھنے سے پہلے ان کی وضاحت کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

## فطری وحی

وحی کی اس قسم میں اللہ تعالیٰ کسی مخلوق کی فطرت میں ایک بات ڈال دیتا ہےاوروہ مخلوق اسی کے مطابق عمل کرتی ہے، جیسے شہد کی مکھی الہام الٰہی سے چھتہ بنا کر اس میں شہد جمع کرتی ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَO(۸)

اورآپ کے رب نے (فطری) وحی کے ذریعے شہد کی مکھی کو بتادیا کہ تو پہاڑوں میں اپنے لئے چھتہ بنااور درختوں میں بھی اور لوگ جو عمارتیں بنائیں ان میں بھی۔

## ایجادی وحی

جب کوئی شخص کسی چیز کی ایجاد کی طرف متوجہ ہوتا اور اس کے لئے جدوجہد کرتا ہے تو اس کے خدوخال اور شکل وصورت اس کے ذہن میں ڈال دی جاتی ہے۔اس طرح وہ چیز وجود میں آ جاتی ہے،مثلاً جس شخص نے سب پہلے ہوائی جہاز بنانا چاہا تھا تو اس کے ذہن میں یہ خیال کسی پرندے کو ہوا میں اڑتا ہوا دیکھ کر پیدا ہوا۔پھر اس نے اپنے تخیل کے مطابق کام شروع کیا اور بار بار تجربے کئے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہوائی جہاز کا مکمل نقشہ اس کے ذہین میں ڈال دیا۔یہی وہ وحی اور الہام ہے جو عام انسانوں کو ہوتا ہے۔خواہ وہ مومن ہوں یا غیر مومن جیسے ارشاد ہے:

كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ؕ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا O (۹)

مومن وغیر مومن جب کوشش کرتے ہیں تو ہم ان کو مدد دیتے ہیں اور آپ کے رب کی بخشش کسی پر بند نہیں۔

## عرفانی وحی

وحی کی یہ قسم اولیا کے ساتھ خاص ہے جب کوئی ولی اتباع شریعت اور ریاضت ومجاہدے سے تزکیہ وتصفیہ قلب حاصل کرلیتا ہے،تو الہام کے ذریعے اس پر خاص علم کی راہیں کھل جاتی ہیں۔جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ O (۱۰)

جو لوگ ہماری اطاعت اور ہمارے دین میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم ان پر ہدایت کی خاص راہیں کھول دیتے ہیں۔

لغوی وحی کی مذکورہ بالا تینوں قسمیں غیر انبیاء میں پائی جاتی ہیں خواہ وہ حیوان ہوں یا انسان۔

## شرعی وحی

اس کا اطلاق صرف انبیائے کرام پر ہوتا ہے۔اس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی

طرف سے بالواسطہ یعنی فرشتے کے ذریعے یا بلاواسطہ یعنی بہ راہ راست خواب یا بیداری میں الفاظ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی ہدایت نبی کی ذات میں منتقل ہو جاتی ہے۔اسی کو شرعی وحی کہتے ہیں اور یہی نبوت کی روح ہے۔علامہ ابن حجر فرماتے ہیں:

وهو الكلام الله المنزل على النبى صلى الله عليى وسلم

اور وہ اللہ کا کلام ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔(۱۱)

شرعی وحی کی پھر کئی قسمیں ہیں۔

## وحی قلبی

اللہ تعالیٰ بہ راہ راست نبی کے قلب میں کوئی بات ڈال دیتا ہے۔اس میں نہ فرشتے کو واسطہ بنایا جاتا ہے، نہ نبی کی قوت سامعہ اور حواس کو، اور نہ ہی نبی کو کوئی آواز سنائی دیتی ہے، بل کہ کوئی بات دل میں بیٹھ جاتی ہے، اور اس کے ساتھ ہی یہ یقین ہو جاتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔یہ کیفیت بیداری میں بھی ہو سکتی ہے اور خواب میں بھی۔

## تکلم ربانی

اس میں اللہ تعالیٰ بہ راہ راست نبی سے کلام کرتا ہے۔اس میں بھی فرشتے کا واسطہ نہیں ہوتا، بل کہ نبی کو آواز سنائی دیتی ہے، جو مخلوق کی آواز سے جدا اور عجیب وغریب کیفیت کی حامل ہوتی ہے جو انبیاء اس آواز کو سنتے ہیں وہی اس کیفیت کو پہچانتے ہیں، عقل اس کا ادراک نہیں کر سکتی۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوسٰى تَكْلِيماً O(۱۲)

اور اللہ نے موسیٰ سے کلام کیا۔

وحی کی یہ قسم تمام قسموں سے افضل واعلیٰ ہے، کیوں کہ اس میں نبی کو اللہ تعالیٰ سے بہ راہ راست ہم کلامی کا شرف حاصل ہوتا ہے۔

## وحی ملکی

اللہ تعالیٰ کسی فرشتے کے ذریعے اپنا پیغام نبی کے پاس بھیجتا ہے۔کبھی تو فرشتہ نظر آتا ہے

اور کبھی نظر نہیں آتا صرف اس کی آواز سنائی دیتی ہے۔کبھی فرشتہ انسان کی شکل میں آ کر پیغام پہنچاتا ہے۔ان تینوں قسموں کو قرآن کریم نے اس طرح بیان فرمایا ہے:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْمِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ (۱۳)

کسی بشر کے لئے ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے (روبرو ہوکر) کلام کرے مگر دل میں بات ڈال کر یا پردے کے پیچھے سے یا کسی فرشتے کو بھیج کر جو اللہ تعالیٰ کی اجازت سے جو کچھ اللہ چاہے وحی نازل کرے۔

اس آیت میں دل میں بات ڈالنے سے وحی قلبی مراد ہے، پردے کے پیچھے سے مراد وحی کی دوسری قسم (تکلم ربانی) ہے اور فرشتہ بھیجنے سے وحی ملکی مراد ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دو قسم کی وحی نازل ہوتی تھی۔

## وحی متلو

وہ وحی جس کی تلاوت کی جاتی ہے۔اس میں الفاظ اور معانی دونوں اللہ کی طرف سے نازل ہوتے تھے اسی کو قرآن کہتے ہیں جو ہمیشہ کے لئے اس طرح محفوظ کر دیا گیا کہ اس کا ایک نقطہ یا شوشہ بھی تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔اس میں اسلام کے اصول، عقائد اور بنیادی تعلیمات کا بیان ہے۔

## وحی غیر متلو

وہ وحی جس کی تلاوت نہیں کی جاتی اور جو قرآن کریم کا جز نہیں۔اس کے ذریعے آپ کو بہت سے احکام عطا فرمائے گئے،یہ احادیث اور سنت کی شکل میں محفوظ ہیں۔

### حدیث اور سنت

حدیث اور سنت دو اصطلاحات ہیں، جو عام طور پر اکٹھی بولی جاتی ہیں، اس لئے ان کی ضروری وضاحت یہاں کی جاتی ہے۔

## حدیث

عربی زبان میں حدیث کا لفظ بہت سے معانی میں استعمال ہوتا ہے۔گفت گو، نئی بات، اہم واقعہ، تاریخی قصے، کلام وغیرہ۔اس کی جمع احادیث ہے جو محدثین کے ہاں استعمال ہوتی ہے۔ اصطلاح میں حدیث سے مراد وہ تمام چیزیں اور تمام امور ہوتے ہیں، جن کا مقصد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی، آپ کے افعال اور آپ کے احوال و اوصاف کی تحقیق کرنا ہے۔
چناں چہ ہر وہ چیز جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے نسبت رکھتی ہو وہ حدیث ہے۔مثلاً آپ نے کون سی بات کیسے ارشاد فرمائی، کون سا عمل کیسے فرمایا۔کس معاملے میں آپ کا طرز عمل کیا تھا۔آپ کی شخصیت وغیرہ۔اس مختصر تعریف میں وہ چیزیں بھی شامل ہیں جن کی نسبت آپ کی ذات گرامی سے صحیح ہے اور وہ روایات بھی شامل ہیں جن کی نسبت آپ کی ذات گرامی سے کم زور ہے، بل کہ عرفی طور پر وہ روایات بھی شامل ہیں جن کی آپ سے نسبت اہل علم کی نظر میں درست نہیں۔غرض جو امر بھی آپ کی ذات گرامی سے منسوب ہو گیا وہ حدیث میں شامل ہو گیا۔(۱۴)

## سنت

سنت کے لغوی معنی سیرت، طریقے اور راستے کے ہیں، خواہ وہ راستہ یا طریقہ اچھا ہو یا برا، لیکن محدثین کی اصطلاح میں اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات اور سیرت کے بارے میں جو کچھ بھی بیان کیا گیا ہے وہ سب مراد ہے۔اس اعتبار سے لفظ سنت لفظ حدیث کا مترادف ہے۔اسلامی شریعت کا پہلا ماخذ قرآن کریم ہے اور دوسرا ماخذ سنت ہے جو قرآن کے اجمالی احکام کی تفصیل و تفسیر ہے۔ ہر ثابت شدہ سنت اور آپ کا ہر وہ ارشاد یا عمل جو روایت و درایت کے اصول سے صحیح ٹھہرے۔جمہور امت مسلمہ کے عقیدے کے مطابق اسے تسلیم اور قبول کرنا واجب اور ضروری ہے۔

## سنت کی اقسام

سنت کی تین قسمیں ہیں۔یعنی سنت ہم تک تین طریقوں سے پہنچی ہے۔

## سنت قولی یا حدیث قولی

ایک طریقہ تو ہے رسول اللہ ﷺ کے زبانی ارشادات گرامی کا جو صحابہ کرام نے سن کر بعینہٖ یاد کئے اور ہم تک پہنچائے۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی:

**انماالاعمال بالنیات، وانما لکل امرءٍ مانویٰ ، فمن کانت ھجرته الی الله ورسوله فھجرته الی الله ورسوله ومن کانت ھجرته الی الدنیا یصیبھا اوالیٰ امرء ة ینکحھا فھجرته الی ماھاجر الیه(۱۵)**

یہ ایک مثال ہے: سنت قولی کی، کہ آپ ﷺ کی زبان مبارک سے ایک قول نکلا، صحابہ کرام نے اسی طرح یاد کر کے دوسروں تک پہنچایا، دوسروں نے اس کو یاد کر کے آگے منتقل کیا اور یوں یہ ارشاد گرامی ہم تک پہنچ گیا۔ یہ سنت قولی یا حدیث قولی ہے۔

## سنت فعلی

سنت کی ایک قسم ہے، سنت فعلی۔ یعنی صحابہ کرام نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیا کرتے تھے۔ یا فلاں موقع پر آپ ﷺ نے یہ کیا۔ سنت قولی وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلنے والے الفاظ پر مشتمل ہو اور صحابہ کرام نے اسے بعینہٖ نقل کر لیا ہو۔ سنت فعلی یہ ہے کہ ایک صحابیؓ نے حضور ﷺ کا طرز عمل دیکھا اور اپنی زبان میں اپنے الفاظ میں بعد والوں کے لئے بیان کیا۔ یہ سنت فعلی ہے۔

## سنت تقریری

سنت کی تیسری قسم، سنت تقریری ہے جس میں نہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی بیان ہوا ہے، نہ رسول اللہ ﷺ کا اپنا کوئی فعل یا عمل نقل ہوا ہے۔ لیکن دوسروں کا کوئی فعل یا عمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوا اور آپ ﷺ نے ممانعت نہیں فرمائی اور اس کو ناجائز نہیں قرار دیا، یہ بھی سنت ہے۔ اس طرح کی سنت سے بہت سے معاملات حدیث میں ثابت ہوتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ جب تشریف لائے تو عربوں میں بہت سے طور طریقے رائج تھے۔ بہت سے معاملات پر عرب لوگ کاربند تھے۔ ان معاملات اور طور طریقوں میں جس چیز کو رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے شریعت کے خلاف دیکھا اس کی ممانعت فرمادی۔جس چیز کو شریعت کے خلاف نہیں پایا البتہ اس میں کوئی چیز قابل اصلاح تھی اس جز کی رسول اللہ ﷺ نے اصلاح فرمادی اور جن معاملات میں کوئی بھی چیز قابل اعتراض نہیں تھی۔آپ نے اس پر کوئی اعتراض نہیں فرمایا وہ اسی طرح چلتی رہی۔صحابہ کرام کرتے رہے۔

مثال کے طور پر مضاربہ اور مشارکہ اسلام کے قانون تجارت کی دو اہم اصطلاحات ہیں۔یہ کاروبار سے متعلق اسلام کے دو طریقے ہیں۔جب ہم یہ کہتے ہیں کہ اسلام میں کاروبار کے یہ طریقے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ قرآن پاک نے کہیں مضاربہ کا حکم دیا ہے یا سنت میں کہیں مشارکہ کی ہدایت کی گئی ہے۔واقعہ یہ ہے کہ نہ قرآن پاک میں مضاربہ کا حکم ہے نہ سنت میں مضاربہ کا حکم ہے۔اس کے اسلامی ہونے کے معنی یہ ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے منصب پر فائز ہوئے اور شریعت کے احکام نازل ہونا شروع ہوئے تو صحابہ کرام میں یہ دونوں طریقے رائج تھے۔عرب میں اسلام سے قبل بھی مضاربہ اور مشارکہ پر عمل درآمد ہوتا تھا۔ان دونوں کے علاوہ بھی تجارت کے بہت سے طریقے رائج تھے۔رسول اللہ ﷺ نے ان میں جزوی ہدایات کے ذریعے اصلاح فرمائی۔بقیہ طریقے اسی طرح قائم رہے۔ اب ہم کہہ سکتے ہیں کہ مضاربہ اور مشارکہ سنت تقریری سے ہمارے سامنے آئے۔

## حدیث اور سنت میں فرق

بعض علما کے نزدیک حدیث اور سنت دونوں کا مفہوم ایک ہے۔دونوں میں کوئی فرق نہیں۔بعض کے نزدیک حدیث ایک عام چیز ہے اور سنت خاص ہے اور حدیث کا ایک حصہ ہے۔حدیث تو وہ چیز ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک سے منسوب ہوگئی اس میں ضعیف، موضوع، منکر اور شاذ سب حدیثیں شامل ہیں اور سنت سے مراد وہ طریقہ ہے جو صحیح احادیث کی بنیاد پر ثابت ہوتا ہے۔جو آپ ﷺ کا طے کیا ہوا طریقہ ہے۔جو آپ نے امت کو سکھایا اور جو قرآن کی تفسیر وتشریح کرتا ہے۔(۱۶)

## منصب نبوت ورسالت

قرآن کریم یقیناً دین وشریعت کی اصل واساس ہے لیکن اس میں صرف اصول بتائے

گئے ہیں۔ان اصولوں کی تفصیل بیان کرنا حدیث وسنت کا کام ہے۔اگر حدیث وسنت کا حوالہ ختم کر دیا جائے تو ان کی اچھی تعبیر بھی ہو سکتی ہے اور بری تعبیر بھی ہو سکتی ہے۔قرآن مجید میں خود ایک جگہ بیان ہوا ہے۔ یُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا (۱۷) کہ اللہ تعالیٰ اس قرآن کے ذریعے بہت سوں کو گم راہ کرتا ہے اور بہت سوں کو ہدایت دیتا ہے۔ جو لوگ سنت اور حدیث سے ہٹ کر قرآن سے رہ نمائی لینا چاہتے ہیں وہ گم راہ ہو جاتے ہیں، اس لئے کہ قرآن مجید کی تعلیم ایک عمومی چیز ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں عدل کی تعلیم ہے لیکن عدل سے کیا مراد ہے، عدل کیا چیز ہے؟ جب تک سنت کی روشنی میں اس کو متعین نہیں کیا جائے گا اس وقت تک آپ کا جو جی چاہے عدل کو معنی پہنا دیں۔(۱۸)

قرآن کریم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر امت کو بہ راہ راست کسی کتاب کی شکل میں نہیں دیا گیا کہ تم از خود اس کو پڑھ لو اور سمجھ لو اور اپنی سمجھ کے مطابق اس پر عمل کر لو بل کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو تیئیس سال کے عرصے میں اپنے برگزیدہ اور محبوب پیغمبر پر تھوڑا تھوڑا کر کے نازل فرمایا، تا کہ اس کے احکام لوگوں پر گراں بار نہ ہوں اور لوگ اپنی اپنی عقل اور شعور وفہم کے مطابق نہیں بل کہ آں حضرت اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ مطالب ومعانی اور عمل کی روشنی میں اس کو سمجھیں اور اس کے احکام پر عمل کریں۔ چناں چہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (۱۹)

ہم نے آپ پر ایک ایسی کتاب نازل کی ہے جو ہر چیز کو صاف صاف بیان کرتی ہے۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ قرآن کریم میں ہر چیز کی ایسی تفصیل بیان کر دی گئی ہے کہ اب نہ کسی آیت کی مزید تفسیر وتشریح کی ضرورت ہے نہ پیغمبر کی اور نہ حدیث وسنت کی بل کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم میں تمام علوم واصول دین صراحتاً، اشارتاً یا کنایتاً موجود ہیں اور جو چیزیں اور احکام قرآن کریم میں صراحتاً مذکور نہیں ان کی تفسیر وتشریح اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے فرما دی، جس کے بارے میں خود قرآن کا اعلان ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰىO اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰىO (۲۰)

اور وہ اپنی خواہش نفس سے کچھ نہیں کہتے بل کہ وہ وہی کہتے ہیں جو ان پر وحی

کیا جاتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ایک حرف بھی ایسا نہیں نکلتا جو خواہش نفس کی پیروی میں ہو، بل کہ دین کے بارے میں آپ جو کچھ ارشاد فرماتے ہیں وہ اللہ کی بھیجی ہوئی وحی اور اس کے حکم کے مطابق ہوتا ہے۔ چناں چہ حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ جو کچھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتا تھا اسے یاد کرنے کی غرض سے لکھ لیا کرتا تھا۔ پھر قریش کے کچھ لوگوں نے مجھے منع کیا اور کہنے لگے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سنتے ہو سب لکھ لیتے ہو، حال آں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی انسان ہیں، کبھی غصے اور کبھی خوشی میں بات کرتے ہیں۔ پھر میں لکھنے سے رک گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے اپنی انگلی سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تم لکھا کرو، اس ذات کی قسم جس قبضے میں میری جان ہے اس سے ہمیشہ حق بات ہی نکلتی ہے۔(۲۱)

آج کل روشن خیالی اور اعتدال پسندی کے نام پر بعض مفکرین، دانشور اور نامور صحافی اپنی عاقبت سے بے نیاز دین کے اساسی اور بنیادی اصولوں اور احکام کی جدید اور من مانی تاویلات کرنے میں اپنا زور بیان اور زور قلم صرف کر رہے ہیں اور بہ زعم خود اصرار کے ساتھ کہتے ہیں کہ دین کے فلاں فلاں حکم کے بارے میں میرا فہم دین یہ ہے، اور فلاں حکم سے وہ مراد نہیں جو علما و مفسرین اور ائمہ مجتہدین قرآن وسنت کی روشنی میں صدر اول سے بیان کرتے چلے آرہے ہیں بل کہ اس سے یہ مراد ہے۔ اس آیت میں واضح طور پر بتادیا گیا ہے کہ دین کے معاملے میں کسی کے فہم کی کوئی حقیقت واہمیت نہیں، اگر وہ قرآن وسنت اور اجماع امت سے متصادم ہے۔ قرآن کریم میں ایک اور جگہ ارشاد ہے:

اِنَّآ اَنۡزَلۡنَآ اِلَیۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ لِتَحۡکُمَ بَیۡنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىکَ اللّٰہُ(۲۲)

بے شک ہم نے یہ کتاب حق کے ساتھ آپ پر نازل کی ہے، تاکہ آپ لوگوں کے درمیان اس طرح فیصلہ کردیں جس طرح اللہ آپ کو دکھائے۔

اس آیت میں انزلنا "ہم نے نازل کیا" اور بما ارٰک اللّٰہ "جس طرح اللہ آپ کو دکھائے" خاص طور پر قابل غور ہیں۔ تنزیل کا تعلق اس وحی سے ہے جو الفاظ کے ساتھ نازل ہو، اراءۃ وہ القا اور الہام ہے جو الفاظ کے ساتھ نہ ہو۔ لغت اور حقیقت کے اعتبار سے وحی کا لفظ

تنزیل اورارأۃ دونوں کو شامل ہے۔سو جس کو نبی کریم ﷺ نے اپنے الفاظ اوراعمال کے ذریعے بیان کیا یا ظاہر کیا وہ اللہ کی اراءۃ (دکھانا) تو ہے مگر اللہ کے الفاظ نہیں جن کی تلاوت کی جائے۔اسی لئے اس کو وحی خفی یا وحی غیر متلو کہتے ہیں۔ایک مقام پر ارشاد ہے:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ O (۲۳)

اور ہم نے آپ پر ذکر (قرآن) اس لئے نازل کیا تاکہ جو کچھ ان کے لئے نازل کیا گیا ہے آپ اس کو لوگوں کے سامنے صاف صاف بیان کردیں اور تاکہ لوگ (اس میں) غور کریں۔

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح ہم نے سابقہ انبیاء کو معجزے، کتابیں اور صحیفے دے کر بھیجا تھا اس طرح آپ پر بھی قرآن مجید نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کے سامنے اس کو واضح طور پر بیان کردیں جو آپ کے ذریعے ان کے پاس بھیجا گیا ہے، تاکہ یہ لوگ اس میں غور وفکر کریں، سوچیں، سمجھیں اور جان لیں کہ یہ مخلوق کا کلام نہیں۔آیت میں نزل سے مراد ثواب کا وعدہ، عذاب کی وعید اور احکام الٰہی اور مجمل قوانین ہیں۔اس آیت سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ قرآن کریم کے احکام کی تبیین اور وضاحت وتفسیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض منصبی میں داخل ہے اور یہ تبیین وتوضیح بھی خود اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھائی تھی، تاکہ امت کے لئے کسی حکم الٰہی میں ابہام باقی نہ رہے۔یہ تبیین قرآن سے الگ چیز ہے۔اسی کو سنت، حدیث، تعلیم اور حکمت کہتے ہیں۔جیسے ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (۲۴)

اسی نے امیوں (ان پڑھ عربوں) میں اپنا رسول بھیجا جو انہیں اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے۔اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی بعثت کے چار مقاصد بیان فرمائے ہیں۔آیات کی تلاوت ۲، تزکیہ نفوس، ۳، تعلیم کتاب، ۴، تعلیم حکمت، یہی چار مقاصد بعثت الفاظ کی تقدیم وتاخیر کے ساتھ سورہ بقرہ آیات ۱۲۹، ۱۵۱ اور آل عمران ۱۶۴ میں بھی بیان کئے گئے ہیں۔جیسے ارشاد ہے:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ (۲۵)

اے ہمارے پروردگار! ان میں انہی میں سے ایک ایسا رسول بھیج جو ان کو تیری آیتیں (پڑھ کر) سنایا کرے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرے (پاک صاف بنادے)۔

## آیات کی تلاوت

الفاظ ومعانی دونوں کا نام قرآن ہے۔تلاوت کے اصل معنی اتباع اور پیروی کے ہیں۔ قرآن وحدیث کی اصطلاح میں یہ لفظ قرآن کریم اور دوسری آسمانی کتابوں اور کلام الٰہی کے پڑھنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔جس طرح یہ کلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے اس کو اسی طرح پڑھنا ضروری ہے۔اپنی طرف سے کسی لفظ یا اس کی حرکات میں کمی بیشی یا تبدیلی کی اجازت نہیں۔امام راغب اصفہانی نے فرمایا کہ کلام الٰہی کے سوا کسی دوسری کتاب یا کلام کے پڑھنے کو تلاوت نہیں کہا جاسکتا۔(۲۶)

مذکورہ آیات میں تلاوت اور تعلیم کتاب کو الگ الگ ذکر کر کے یہ بتادیا گیا کہ جس طرح قرآن کریم کے معانی سمجھنا اور اس کے بتائے ہوئے احکام پر عمل کرنا فرض اور اعلیٰ عبادت ہے،اسی طرح اس کے الفاظ بھی مستقل مقصود اور عبادت ہیں۔اگر قرآن کے معانی ومطالب کو قرآنی الفاظ کے علاوہ دوسرے الفاظ یا کسی دوسری زبان میں لکھا جائے تو وہ قرآن کہلانے کا مستحق نہیں اگرچہ مضامین ومعانی بالکل صحیح اور درست ہی ہوں،پس جس طرح قرآن کے معانی ومطالب کی تعلیم رسول کے فرائض میں داخل ہے،اسی طرح الفاظ کی تلاوت اور حفاظت اور ان کو ٹھیک اسی لب ولہجے پر پڑھنا بھی جس پر وہ نازل ہوئے ہیں ایک مستقل فرض ہے،اسی لئے صحابہ کرام نے تمام عمر تلاوت قرآن کو جاری رکھا۔

## تزکیہ نفوس

تزکیئے کے معنی طہارت کے ہیں۔انسان کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن۔جس طرح شریعت ظاہر کے لئے ہے بالکل اسی طرح باطن کے لئے بھی ہے،جس طرح انسانوں کو بے شمار

جسمانی بیماریاں لاحق ہوتی ہیں اسی طرح اس کے باطن یعنی قلب کے اندر بھی بے شمار بیماریاں ہیں جیسے کفر، شرک، عہدے کی محبت، بغض، حسد، کینہ، عداوت، بخل، غیبت وغیرہ۔اسی باطن کی اصلاح کا نام تزکیہ اور طہارت ہے، جس سے لوگوں کے دلوں کو ان غلط اور گندے افکار واعمال سے پاک وصاف کیا جاتا ہے۔

## تعلیم کتاب

تلاوت آیات کے ساتھ تعلیم کتاب کو جداگانہ فرض اس لئے قرار دیا گیا کہ قرآن کو سمجھنے کے لئے صرف عربی زبان کا جان لینا کافی نہیں، بل کہ اس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ضروری ہے۔اگر کسی فن کے حصول یا کسی کتاب کو سمجھنے کے لئے محض اس فن یا کتاب کی زبان کا جان لینا کافی ہوتا تو دنیا کے تمام علوم وفنون اس شخص کو حاصل ہو جاتے جو ان علوم وفنون اور کتابوں کی زبان جانتا مگر واقعتاً ایسا نہیں ہے۔ بڑے بڑے علوم وفنون کے سمجھنے کے لئے بھی محض زبان دانی کافی نہیں بل کہ اس کے ساتھ استاد کی ضرورت ہوتی ہے، جس طرح انگریزی زبان میں مہارت پیدا کر لینے سے اور طب یا انجینئرنگ کی کتابوں کا مطالعہ کر لینے سے کوئی شخص ڈاکٹر یا انجینئر نہیں بن جاتا، اور استاد سے سیکھے بغیر محض کتاب پڑھ کر کوئی شخص لوہار، بڑھئی، درزی یا باورچی نہیں بن جاتا، اسی طرح محض عربی زبان پر عبور حاصل کر لینے سے کوئی شخص معارف قرآن کا ماہر نہیں بن سکتا، اگر ایسا ہوتا تو عہد رسالت میں ابوجہل، ابولہب، اور عتبہ جیسے لوگ جو عربی زبان میں مہات رکھتے تھے قرآن کے ماہر سمجھے جاتے، لہٰذا قرآنی تعلیمات کا صحیح علم صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ذریعے حاصل ہوسکتا ہے(۲۷)

اسی لئے قران مجید نے آں حضرت اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں بھیجنے کا مقصد یہ قرار دیا کہ وہ قران کریم کے معانی اور احکام کی تشریح کر کے بیان فرمائیں، جیسا کہ اوپر سورۃ النحل :آیت ۴۴ میں مذکور ہوا۔

## تعلیم حکمت

عربی زبان کے اعتبار سے حکمت کے کئی معنی ہو سکتے ہیں۔مگر اس آیت اور سورۃ بقرہ کی آیت ۱۲۹ اور آل عمران کی آیت ۱۶۴ کی تفسیر میں صحابہ کرام اور تابعین نے حکمت کے معنی سنت

رسول بیان کئے ہیں۔لہٰذا جس طرح آپ کے ذمے قرآن کا سمجھانا اوراس کی تعلیم دینا فرض ہے اسی طرح پیغمبرانہ تربیت کے اصول وآداب ،ان کی تعلیم بھی آپ کے فرائض منصبی میں داخل ہے،اس کا نام سنت ہے،اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا:

**انما بعثت معلما(۲۸)**

بلاشبہ میں تو معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

پس معلم کی حیثیت سے رسول کا کام یہ ہے کہ وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے پیغام کی تعلیم دے اوراس کے قوانین کی تشریح وتفسیر بیان کرے۔(۲۹)

حکمت بھی اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہے۔سورۃ نسا میں ارشاد ہے:

**وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (۳۰)**

اور اللہ نے آپ پر کتاب وحکمت نازل کی اور آپ کو وہ باتیں سکھائیں جو آپ نہیں جانتے تھے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

**وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ (۳۱)**

اور تم پر جو اللہ کی نعمتیں ہیں ان کو یاد کرو اور یہ احسان بھی یاد کرو کہ اس نے تم پر کتاب وحکمت نازل کی اور وہ اس کے ذریعے تمہیں نصیحت کرتا ہے۔

ان آیتوں میں حکمت کو بھی کتاب کی طرح منزل من اللہ فرمایا گیا ہے، چوں کہ حکمت سنت ہی کا دوسرا نام ہے اس لئے سنت بھی منزل من اللہ اور وحی الٰہی ہے۔

مقدام بن معدی کرب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔آگاہ رہو مجھے کتاب (قرآن) عطا کی گئی ہے اوراس کے ساتھ اسی جیسی ایک اور چیز بھی دی گئی ہے۔آگاہ رہو! قریب ہے کہ ایک پیٹ بھرا شخص اپنی مسند سے ٹیک لگائے ہوئے کہے گا کہ تمہارے لئے صرف یہ قرآن حکم کا درجہ رکھتا ہے۔پس جو کچھ تم اس میں حلال پاؤ اسے حلال سمجھو اور جو کچھ اس میں حرام پاؤ اسے حرام سمجھو۔آگاہ رہو! تمہارے لئے گھریلو گدھے (کا گوشت) حلال نہیں اور نہ کوئی درندہ اور نہ معاہد کا گرا پڑا مال سوائے اس کے کہ جب مالک کو

اس کی ضرورت نہ ہو۔ اور جو شخص کسی بستی میں (مسافر کے طور پر) ٹھہرے تو اس کے باشندوں پر اس کی مہمان نوازی ضروری ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو وہ ان سے اس مہمانی کے برابر تاوان وصول کر سکتا ہے۔ (۳۲)

حضرت معاذ بن جبل کے ساتھیوں سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو (قاضی بنا کر) یمن کی طرف روانہ فرمانے کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ جب تمہارے سامنے فیصلے کے لئے کوئی معاملہ پیش ہوگا تو کس طرح فیصلہ کرو گے؟ حضرت معاذ نے عرض کیا کہ میں اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اگر اللہ کی کتاب میں اس کا جواب نہ پاؤ تو؟ حضرت معاذ نے عرض کیا پھر سنت رسول سے (فیصلہ کروں گا) آپ ﷺ نے فرمایا اگر اللہ کے رسول کی سنت میں بھی (اس کا حکم) نہ پاؤ تو؟ حضرت معاذؓ نے عرض کیا تو پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اس میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھوں گا پھر آپ ﷺ نے حضرت معاذ کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا:

تمام تعریف اللہ کو سزاوار ہے جس نے رسول اللہ کے قاصد کو اس چیز کی توفیق دی جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پسند کرتے ہیں۔ (۳۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، اگر تم ان کو مضبوطی سے تھامے رہے تو ہرگز گمراہ نہیں ہوگے وہ (دو چیزیں) اللہ کی کتاب اور میری سنت ہے۔ (۳۴)

حضرت عرباض بن ساریہ سے روایت ہے کہ ایک روز فجر کی نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اتنا بلیغ وعظ کیا کہ اس سے آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دل کانپنے لگے ایک شخص نے عرض کیا کہ یہ تو رخصت ہونے والے کی نصیحت ہے۔ یا رسول اللہ آپ ہمیں کیا وصیت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

میں تمہیں تقویٰ اور سننے اور ماننے کی وصیت کرتا ہوں خواہ تمہارا حاکم حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ پس تم میں سے جو زندہ رہے گا تو وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا۔ تمہارے لئے نئی چیزوں سے بچنا ضروری ہے کیوں کہ یہ گمراہی کا راستہ ہے۔ سو تم میں سے جو شخص اس وقت کو پائے اسے چاہئے کہ میری سنت

اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑے (تم اسے) دانتوں سے مضبوطی سے پکڑلو۔(۳۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ نے آپ کی ازواج سے آپ کی خفیہ عبادت کا حال پوچھا۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا میں کبھی عورتوں سے نکاح نہیں کروں گا۔ ایک اور شخص نے کہا کہ میں کبھی گوشت نہیں کھاؤں اور ایک نے کہا کہ میں کبھی بستر پر نہیں سوؤں گا۔ پھر آپ نے اللہ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا:

کیا ہو گیا ہے لوگوں کو جو ایسا ایسا کہتے ہیں، حال آں کہ میں تو (رات کو) نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، اور روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ سو جو میری سنت سے بے رغبتی کرے وہ مجھ سے نہیں۔(۳۶)

پس مذکور بالا احادیث سے ثابت ہے کہ جس نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو اہانت سے چھوڑا یا کسی اور کام کو سنت پر ترجیح دی یا سنت کو غیر ضروری سمجھ کر ترک کیا تو اس نے گویا آپ کی فضیلت کا انکار کیا اس لئے وہ امت محمدیہ سے خارج ہو گیا۔

## اطاعت رسول کی فرضیت

اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو بھی لازمی قرار دیا۔ چناں چہ ارشاد ہے:

أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ (۳۷)

اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کا صریح اور واضح حکم فرمایا اس کی مزید تفصیل وتشریح کی ضرورت نہیں، جیسے شرک وکفر کا انتہائی جرم ہونا، اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کرنا، قیامت اور آخرت پر یقین رکھنا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا آخری رسول ماننا، نماز، روزہ حج اور زکوۃ کو فرض سمجھنا وغیرہ۔ یہ سب بہ راہ راست احکام ربانی ہیں۔ ان کی تعمیل اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

قرآن کریم میں بعض احکام کا مجمل بیان ہے۔ان کی تفصیل وتشریح آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی احادیث کے ذریعے فرمائی ہے۔ایسے احکام کی اطاعت بھی اگر چہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے مگر ظاہری اعتبار سے چوں کہ احکام صریح طور پر قرآن کریم میں نہیں ہیں بل کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے امت کو پہنچے اس لئے ان کی اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کہلاتی ہے۔

مجمل احکام کی تفصیل چوں کہ قرآن مجید میں مذکور نہیں اس لئے اس بات کا احتمال تھا کہ کسی ناواقف کو یہ دھوکہ ہوجائے کہ یہ تفصیلی احکامات اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے نہیں ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ان کی تعمیل ضروری نہیں۔اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بار بار اپنی اطاعت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو لازمی قرار دیا،اور فرمایا کہ رسول جو کچھ تمہیں دیں اس کو بھی اللہ کی اطاعت سمجھ کر مانو خواہ وہ قرآن کریم میں صراحتاً موجود ہو یا نہ ہو۔جیسے ارشاد ہے:

وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ (۳۸)

اور رسول جو کچھ تمہیں دیں اس کو لے لو اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ۔
اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

اور ارشاد ہے:

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (۳۹)

آپ کہہ دیجئے کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔پھر اگر وہ اعراض کریں تو اللہ تعالیٰ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو لازمی وضروری قرار دیا گیا اور ساتھ ہی یہ بھی بتادیا گیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت محض زبانی کلامی نہیں ہوتی بل کہ اپنے اندر وہ صفات پیدا کرنے سے ہوتی ہے جن کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے حکم دیا اور جن سے وہ پہچانا جائے کہ واقعی وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا مطیع وفرماں بردار ہے۔جس طرح اللہ تعالیٰ کا وجود اس کی وحدانیت، اس کی بندگی اور اس

کی اطاعت کا اقرار کرنا، ایمان کا ایک جز ہے۔اسی طرح رسول کی تصدیق اور اس کی اطاعت ایمان کا دوسرا جز ہے۔

سورۃ نور میں ارشاد ہے:

وَاِنْ تُطِیْعُوْہُ تَھْتَدُوْا (۴۰)

اور اگر تم رسول کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے۔

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا O (۴۱)

اور جس نے اللہ و اس کے رسول کی اطاعت کی تو وہی عظیم کام یابی سے ہم کنار ہوا۔

ان آیتوں سے خوب واضح ہے کہ ہدایت و کام یابی کا دارو مدار اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرماں برداری پر ہے۔جس نے اللہ و اس کے رسول کی اطاعت و فرماں برداری کی اس نے عظیم کام یابی حاصل کی۔سورہ النساء میں ارشاد ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ (۴۲)

اور ہم نے ہر رسول اس لئے بھیجا کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے

پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر زمانے کے رسول کی اطاعت اس کی امت پر فرض ہوتی ہے۔منصب رسالت یہی ہے کہ رسول کے تمام فرمانوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام سمجھ کر ان پر دل و جان سے عمل کیا جائے۔دوسری جگہ ارشاد ہے:

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ (۴۳)

جس نے رسول کی اطاعت کی تو بے شک اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

احکام دین خواہ ہمیں بہ راہ راست قرآن حکیم کے ذریعے ملے ہوں یا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل یعنی حدیث رسول کے ذریعے ہمیں معلوم ہوئے ہوں دونوں قسم کے احکام کے مجموعے کو شریعت کہتے ہیں، چوں کہ آپ کی حدیث قرآن کریم کی تفسیر و تشریح ہے اور آپ اپنی خواہش سے کچھ نہیں فرماتے، بل کہ وہی فرماتے ہیں جو آپ پر وحی کیا جاتا ہے یعنی آپ تو اللہ کا حکم پہنچانے والے ہیں اور حکم دینے والا تو اللہ ہی ہے۔اس لئے آپ کی اطاعت ہی اللہ کی اطاعت ہے، اور جو شخص رسول کی اطاعت نہیں کرتا اور اس کے احکام نہیں مانتا وہ

بلاشبہ اللہ کا انکار کرتا ہے۔اور ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ (۴۴)

اے ایمان والو! اللہ اور رسول کا حکم مانو جب کہ رسول تمہیں بلائیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو مخاطب فرما کر ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی فوری تعمیل واطاعت کی تاکید فرمائی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تمہیں کوئی حکم دیں تو تم فوراً اس کو قبول کرو اور تعمیل حکم میں جلدی کرو۔

حضرت ابوسعید بن معلیٰ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے اور وہ نماز پڑھ رہے تھے۔آپ نے ان کو بلایا وہ نماز پڑھ کر گئے تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے جواب کیوں نہیں دیا، انہوں نے کہا میں نماز پڑھ رہا تھا۔آپ نے فرمایا کیا اللہ نے نہیں فرمایا اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دو جب وہ تمہیں بلائیں (۴۵)

بے شمار قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ شاہد ہیں کہ انسان کی کامل اصلاح اور دنیا و آخرت کی تمام کامیابیوں کی ضمانت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت، آپ کی تعلیمات اور سنتوں کی پیروی میں مضمر ہے اور یہ اطاعت و پیروی نماز، روزے، تک محدود نہیں بل کہ اس کا دائرہ کار تمام معاملات وحقوق سمیت زندگی کے ہر شعبے پر محیط ہے، اللہ تعالیٰ نے ہر کام اور ہر معاملے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے لئے ایک مثالی نمونہ بنا کر مبعوث فرمایا۔

چناں چہ ارشاد ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا○ (۴۶)

البتہ تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اچھا نمونہ (عمل) ہے اس شخص کے لئے جو اللہ کا اور آخرت کے دن کا امیدوار ہو اور اللہ کو بہ کثرت یاد کرنے والا ہے۔

اس آیت میں صاف صاف بتا دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی رہ نمائی کے لئے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ظاہری و باطنی کمالات سے کامل درجے تک مزین فرما کر

اس دنیا میں بھیجا، تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک آنے والے لوگوں کی رہ نمائی کے لئے زندگی کے ہر گوشے ہر پہلو اور ہر موقع کے لئے خواہ وہ عبادات ہوں یا معاملات، معاشرت ہو یا اخلاق و کردار، سیاست ہو یا نظام حکومت، انفرادی زندگی ہو یا اجتماعی خانگی، معاملات ہوں یا مملکتی امور، زمانہ امن ہو یا زمانہ جنگ، بہترین اور کامل ترین نمونہ عمل دنیا کے سامنے پیش فرما دیں۔

اسوہ کا تعلق علم سے نہیں عمل سے ہے اور دین کے عملی نمونے صرف آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس اور حیات طیبہ ہی میں مل سکتے ہیں۔ اس آیت میں خود اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے طریقے اور عمل کو لوگوں کے لئے اچھا نمونہ قرار دیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ اس اچھے نمونے پر وہی لوگ عمل کریں گے جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان ویقین رکھتے ہوں اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے ہوں یعنی مومنوں کے لئے آپ کے اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہونا واجب ہے۔ پس جو لوگ اللہ اور یوم آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور نہ اللہ کو کثرت سے یاد کرتے ہیں، وہ نہ اس نمونے کو مانیں گے اور نہ اس پر عمل کریں گے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًاO(۴۷)

آپ کے رب کی قسم وہ ہرگز مومن نہیں ہوں گے جب تک وہ آپس کے جھگڑوں میں آپ کو منصف نہ بنائیں پھر جو فیصلہ آپ کر دیں اس سے کسی طرح اپنے دل میں تنگی نہ پائیں اور اسے خوشی سے قبول کرلیں۔

اس آیت میں صاف صاف اعلان کر دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کے سامنے بلاچون و چرا سر تسلیم خم کر دینے ہی کا نام اسلام ہے۔ ایمان کی شرط یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کسی معاملے میں فیصلہ فرما دیں تو اس کو حق جان کر اس پر راضی رہے اور دل میں کوئی تنگی و ناگواری اور شک وشبہ کا ادنیٰ سا شائبہ بھی نہ آئے۔ کوئی صاحب ایمان جب تک رسول اللہ ﷺ کے فیصلے پر دل وجان سے راضی نہ ہوگا اس وقت تک اس کا ایمان کامل نہ ہوگا۔ اور ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ

الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝(۴۸)

کسی مومن مرد اور مومنہ عورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فرمان کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو وہ صریح گم راہی میں پڑے گا۔

ایمان لانے کے بعد کسی مومن مرد اور عورت کو کسی ایسے امر میں کوئی اختیار نہیں رہتا، جس کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ فرما دیں۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے کے بعد نہ تو کوئی اس کی مخالفت کر سکتا ہے، نہ اس کو ماننے سے انکار کر سکتا ہے اور نہ اس بارے میں کسی کو رائے اور قیاس کا حق ہے بل کہ آپ کے فیصلے کو بسر و چشم قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا واجب ہو جاتا ہے، جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے بعد ان کی نافرمانی اور حکم عدولی کرے گا اور اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرے گا، تو وہ یقیناً حق سے بھٹک کر کھلی گم راہی میں جا پڑا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کا معیار نبی کی اتباع کو قرار دیا، چناں چہ ارشاد ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (۴۹)

آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو (اس کے نتیجے میں) اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کا معیار بتایا ہے کہ جو شخص اس کی محبت کا دعویٰ کرے اور اس کے اعمال وافعال اور عقائد خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق نہ ہوں تو اس کا دعویٰ صحیح نہیں۔ لہٰذا اگر کوئی شخص اپنے مالک و معبود حقیقی کی محبت کا دعویٰ کرے تو اس کے دعوے کی سچائی کو پرکھنے کے لئے اس کے اعمال وافعال اور عقائد کو اتباع محمدی کی کسوٹی پر کسا جائے گا، جس سے سب کھرا کھوٹا معلوم ہو جائے گا۔ جو شخص اپنے دعوے میں جس قدر سچا ہوگا وہ آں حضرت ﷺ کی اتباع میں اسی قدر پختہ اور کامل ہوگا اور جتنا وہ اپنے دعوے میں کم زور ہوگا اتنا ہی وہ آپ کی اتباع میں سست اور کم زور ہوگا۔ (۵۰)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ O (۵۱)

مومنوں کی بات تو یہی ہے کہ جب ان کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف اس لئے بلایا جائے تا کہ وہ (رسول) ان کے درمیان فیصلہ فرما دے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور مان لیا اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

اس آیت میں مخلص مومنوں کا حال بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی معاملے میں ان کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے طرف بلایا جاتا ہے تو وہ اپنا نفع ونقصان دیکھے بغیر بلا توقف فوراً اللہ اور اس کے رسول کا حکم سنتے ہی ''ہم نے سنا اور (دل سے) مان لیا'' کہتے ہوئے اس کو تسلیم کر لیتے ہیں۔ یہی لوگ آخرت میں فلاح پانے والے ہیں۔ مذکورہ بالا آیات قرآنی سے یہ بات بالکل واضح اور ظاہر ہوگئی کہ قرآن کریم پر ایمان ویقین رکھنے والوں کو صرف قرآن کو ماننے یا اپنے طور پر اس کو سمجھنے اور اپنی فہم کے مطابق اس پر عمل کرنے کا حکم نہیں دیا گیا بل کہ وہ قرآن کو آپ ﷺ کی تعلیم، تبیین اور تشریح کی روشنی میں سمجھنے، اور آپ کی سنت اور اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کے مکلف ہیں۔

## قرآنی احکام کی قولی اور عملی تشریح

آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کا مطلب ومفہوم نہ صرف اپنے اقوال سے واضح اور متعین فرمایا بل کہ آپ نے خود بھی ان پر عمل کر کے دکھایا تا کہ قرآن کریم کے الفاظ کا صحیح مفہوم متعین ہو جائے اور نازل شدہ حکم کا عملی نقشہ بھی لوگوں کے سامنے آجائے۔ جب بھی کوئی قرآنی حکم نازل ہوتا آپ ﷺ صحابہ کرام کو وہ حکم سناتے۔ کبھی ضرورت محسوس فرماتے ہوئے از خود اس کی تفسیر وتشریح فرماتے اور کبھی صحابہ کرام کے استفسار پر اس کی وضاحت فرماتے۔ احادیث نبویہ کا بیشتر حصہ تشریحی اقوال پر مشتمل ہے۔ آئندہ سطور میں ایسے ہی چند قرآنی احکام کا بیان ہے جن کی قولی اور عملی تشریح آپ ﷺ نے فرمائی:-

۱۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ رکوع وسجود اور قیام و قرأت وغیرہ کا بھی ذکر ہے لیکن نماز پڑھنے کی پوری ترکیب کسی آیت میں بھی مذکور نہیں۔ یعنی

یہ نہیں بتایا گیا کہ نماز کیسے شروع کی جائے۔ کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر، جب نماز کی حالت میں کھڑے ہوں تو ہاتھ باندھیں یا لٹکائیں، ہاتھ آگے کی طرف باندھیں یا پیچھے پشت پر، ہاتھ سینے پر باندھیں، ناف پر یا اس سے بھی نیچے، ایک پاؤں پر کھڑے ہوں یا دونوں پاؤں پر، رکوع پہلے کیا جائے یا سجدہ۔ رکوع کے معنی جھکنے کے ہیں۔ نماز میں آگے کی طرف جھکیں یا پیچھے کی طرف، دائیں طرف جھکیں یا بائیں طرف، جھکنے کی مقدار کیا ہو، سر قدرے نیچے کو کریں یا کمر کے برابر نیچا کریں یا اس سے بھی زیادہ نیچا کریں، رکوع کی حالت میں ہاتھ کہاں رکھیں، گھٹنوں پر یا رانوں پر یا بالکل لٹکائیں۔ اسی طرح سجدہ کس طرح کریں، زمین پر سر کا کون سا حصہ رکھیں، ناک کی حالت کیا ہو گی، سجدے میں ہاتھ کہاں رکھیں، زمین پر رکھیں یا رانوں پر، سجدہ ایک کریں یا دو کریں یا اس سے زیادہ۔ ایسے کسی سوال کا جواب قرآن میں کہیں نہیں ملتا۔ ان تمام تفصیلات کا تعین آپ کے قول وعمل سے ہوا ہے۔ نماز کے بارے میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

**صلوا کما رأیتمونی اصلی**

جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو اسی طرح نماز پڑھو۔

اس میں نماز کی تمام تفصیلات شامل ہیں۔

۲۔ قرآن کریم میں تاکید کے ساتھ زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے۔ جو لوگ زکوٰۃ ادا نہ کریں ان کے لئے سخت عذاب کی وعید ہے۔ قرآن نے زکوٰۃ کے مصارف بھی بتا دیئے ہیں لیکن یہ نہیں بتایا کہ زکوٰۃ کب وصول کی جائے گی، روزانہ دی جائے گی، ہر ماہ دی جائے گی یا سال میں ایک مرتبہ یا دو سال میں ایک مرتبہ یا پانچ سال میں ایک مرتبہ یا عمر بھر میں ایک مرتبہ، زکوٰۃ کس حساب سے اور کتنی دی جائے گی۔ سونے کی کتنی مقدار پر کتنی زکوٰۃ ہو گی اور چاندی کی کتنی مقدار پر کتنی زکوٰۃ دی جائے گی۔ اسی طرح کتنا غلہ یا نقد رقم ہو تو اس پر زکوٰۃ ہو گی اور کتنی مقدار میں دینی ہو گی۔ یہ سب باتیں قرآن مجید میں موجود نہیں بل کہ ان کا بیان حدیث میں آیا ہے۔

۳۔ قرآن کریم میں حج کی فرضیت کا بیان تو ہے کہ جو وہاں تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو اس پر حج فرض ہے۔ حج کے لئے احرام کب باندھے، کہاں سے باندھے اور کس طرح باندھے، تلبیہ کیا ہے، کب کہے کتنی بار کہے، طواف کیسے کرے، اس میں کتنے چکر ہوں گے، ہر

چکر کہاں سے شروع ہو کر کہاں ختم ہو گا، رمل کیا ہے اور اضطباع کیا ہے، یہ کب، کیسے اور کسی خاص طواف میں کئے جاتے ہیں یا ہر طواف میں ان کا کرنا ضروری ہے، سعی کیا ہے کب اور کیسے کی جاتی ہے۔طواف سے پہلے کی جاتی ہے یا طواف کے بعد۔اس میں کتنے چکر ہوتے ہیں اور ہر چکر کہاں سے شروع ہو کر کہاں ختم ہوتا ہے۔منیٰ میں کب کب جاتے ہیں اور کتنا کتنا وقوف ہوتا ہے۔وقوف عرفات اور وقوف مزدلفہ کب ہوتے ہیں، ان کی کم سے کم مقدار کیا اور زیادہ سے زیادہ مقدار کیا ہے۔قربانی کب کی جائے اور کہاں کی جائے گی، رمی جمار کب اور کس ترتیب سے کی جائے گی۔ان میں سے کسی سوال کا جواب قرآن میں نہیں ملتا بل کہ ان سب سوالوں کے جواب حدیث میں ملتے ہیں۔آپ ﷺ نے خود حج کر کے دکھایا کہ اس فریضے کی بجا آوری اس طرح ہونی چاہیے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر میدان عرفات میں جہاں ایک نہایت محتاط اندازے کے مطابق ایک لاکھ سے زائد حجاج جمع تھے، آپ ﷺ نے اعلان فرمایا:

**خذوا عنی مناسککم لعلی لا اراکم بعد عامی ھذا**

تم مجھ سے حج کے مناسک سیکھ لو شاید اس سال کے بعد میں تمہیں نہ دیکھوں۔

۴۔قرآن کریم میں ارشاد ہے:

**كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ (۵۲)**

جب تک سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ممتاز نہ ہو جائے اس وقت (صبح صادق) تک کھا پی لیا کرو۔

یہاں سفید اور سیاہ دھاگوں کا ذکر ہے۔صحابہ کرام اہل زبان ہونے کے باوجود اس کا صحیح مفہوم اور مطلب نہ سمجھ سکے۔بعض صحابہ نے اس سے سفید و سیاہ دھاگے مراد لئے چناں چہ انہوں نے اپنے پاؤں میں سفید اور سیاہ دھاگے باندھ لئے، جب تک ان کی سفیدی اور سیاہی میں تمیز نہ ہوتی وہ کھاتے پیتے رہتے۔اسی طرح حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے اپنے تکیے کے نیچے سفید اور سیاہ رنگ کے دھاگے رکھ لئے اور ان کے رنگوں میں تمیز نہ ہونے تک کھاتے پیتے رہتے۔ جب آں حضرت ﷺ سے دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں بل کہ اس سے رات کی تاریکی اور صبح کی سفیدی مراد ہے۔(۵۳)

۵۔اسی طرح قرآن کریم میں ہے:

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ (۵۴)

اوران کے لئے پاکیزہ چیزیں حلال ہیں ناپاک اورگندی چیزیں حرام ہیں۔

طیبات کیا ہیں اور خبائث کیا ہیں، اس کی وضاحت قرآن مجید میں نہیں ملتی، البتہ اس کی تشریح میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔

۶۔اور ارشاد ہے:

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى (۵۵)

نمازوں کی حفاظت کرواور (خاص طور پر) صلاۃ وسطیٰ کی۔

قرآن کریم کی کسی آیت سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ صلاۃ وسطیٰ سے کون سی نماز مراد ہے۔ اس کی تفسیر میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے مرادعصر کی نماز ہے۔

۷۔قرآن کریم میں ہے:

وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ○ (۵۶)

اورہم نے آپ کوسات (آیتیں) دیں جو (نماز میں) مکرر پڑھی جاتی ہیں اور قرآن عظیم دیا۔

اس آیت میں جولفظ سبع مثانی آیا ہے اس کی تشریح قرآن میں کہیں نہیں۔صحابہ کرام میں سے بھی اس کا مطلب کوئی نہ سمجھ سکا، حال آں کہ وہ سب اہل زبان تھے۔جب آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے مرادسورہ فاتحہ ہے۔

۸۔مدینہ منورہ میں یہودی قبیلہ بنی نضیر کے لوگ جب جلاوطن کر دیئے گئے اوران کے کھجوروں کے کچھ درخت کاٹ دیئے گئے اور کچھ چھوڑ دیئے گئے تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَاقَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ(۵۷)

کھجور کے جودرخت تم نے کاٹ دیئے تھے یاان کواپنی جڑوں پر رہنے دیا تھا تو وہ اللہ کے حکم سے تھا۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس موقع پر آپ ﷺ کا کھجور کے درختوں کوکاٹ دینے کا حکم وحی

کی بنا پر تھا حال آں کہ یہ حکم قرآن حکیم میں کہیں موجود نہیں۔

۹۔قرآن کریم میں ہے:

**یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا○ (۵۸)**

اس دن زمین اپنی تمام خبریں بیان کر دے گی۔

اس کی تشریح بھی حدیث میں ملتی ہے۔آپ ﷺ نے صحابۂ کرام سے دریافت فرمایا کہ جانتے ہو کہ اس کی خبریں کیا ہیں۔صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر مرد یا عورت کے ان اعمال کی گواہی دے گی جو اس نے زمین کی پشت پر کئے ہوں گے اور وہ کہے گی کہ تم نے فلاں فلاں دن ایسا ایسا کیا تھا۔

۱۰۔سورہ توبہ میں ہے:

**وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا (۵۹)**

اور ان میں سے کوئی مر جائے تو آپ اس کی نماز کبھی نہ پڑھایئے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس آیت کے نزول سے پہلے جنازے کی نماز مشروع ہو چکی تھی اور رسول اللہ ﷺ جنازوں کی نماز پڑھا کرتے تھے حال آں کہ قرآن کریم میں اس سے پہلے نازل ہونے والی کوئی آیت ایسی نہیں بتائی جا سکتی جس میں آپ ﷺ اور مسلمانوں کو جنازے کی نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہو۔ظاہر ہے یہ حکم سنت کے ذریعے دیا گیا۔

۱۱۔سورہ مائدہ میں ہے:

**وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ○ (۶۰)**

اور جب تم نماز کے لئے اذان دیتے ہو تو وہ اس سے ہنسی اور مسخرہ پن کرتے ہیں۔یہ اس لئے کہ وہ بالکل بے عقل ہیں۔

اور سورہ جمعہ میں ہے:

**يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ (۶۱)**

جب جمعہ کے روز نماز کے لئے اذان دی جائے تو تم اللہ کی یاد کے لئے جلدی چلو

اور خرید وفروخت چھوڑ دو۔

ان آیات سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے نزول سے پہلے اذان ایک دینی عمل کی حیثیت سے رائج تھی لیکن قرآن حکیم کی کسی آیت میں اذان کا حکم مذکور نہیں۔ سو یہ حکم بھی قرآن کے ذریعے نہیں بل کہ سنت کے ذریعے ملا تھا۔

۱۲۔ قرآن کریم میں بہیمۃ الانعام کو حلال کیا گیا ہے اور خون، سور کا گوشت، مردہ جانور اور غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور حرام قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ بہیمۃ الانعام، اونٹ، بیل، گائے، بکرا، بکری، مینڈھا، بھیڑ، دنبہ اور اس کی مادہ ہیں۔ ان کے علاوہ باقی جانور مثلاً کتا، بلی، شیر، چیتا، بھیڑیا، گیدڑ، بندر، ہرن، بارسینگا، ریچھ، خرگوش، کوا، چیل، باز، کبوتر، طوطا، مینا، کوئل، فاختہ، بلبل وغیرہ حلال ہیں یا حرام یا ان میں سے کچھ حلال ہیں اور کچھ حرام۔ اس کے بارے میں قرآن کریم میں کچھ مذکور نہیں۔ ان کی حلت وحرمت بھی حدیث میں بیان کی گئی ہے۔

۱۳۔ قرآن مجید میں حج وعمرے کے ذیل میں آیا ہے:

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ (۶۲)

پس تم میں سے جو کوئی مریض ہو یا اس کے سر میں کوئی بیماری ہو (اور وہ سر منڈوا دے) تو اس پر اس کے بدلے میں روزے یا صدقہ یا قربانی لازم ہے۔

اگر بیماری کے سبب سر یا بدن کے کسی دوسرے حصے کے بال منڈوانے کی مجبوری ہو تو ایسی صورت میں ضرورت کے مطابق بال منڈوانا جائز ہے، لیکن اس کا فدیہ اور بدلہ یہ ہے کہ روزے رکھے، صدقہ دے، یا قربانی کرے۔ قربانی کے لئے حدود حرم کی جگہ متعین ہے۔ روزے اور صدقے کے لئے کوئی جگہ متعین نہیں، ہر جگہ ادا کر سکتے ہیں۔ روزوں کی تعداد اور صدقہ کی مقدار کے بارے میں قرآن کریم میں کچھ ذکر نہیں۔ البتہ آں حضرت ﷺ نے حضرت کعب بن عجرہ صحابی کی ایسی حالت میں یہ فرمایا کہ تین روزے رکھو یا چھ مسکینوں کو آدھا صاع گندم (تقریباً پونے دو سیر) بہ طور صدقہ دے دو۔ (۶۳)

۱۴۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ (۶۴)

جب تم وادی کے (مدینے سے) قریب والے کنارے پر تھے اور وہ (مشرکین) دور والے سرے پر اور قافلہ تم سے نیچے کی طرف کو (ہٹا ہوا تھا)۔

آیت کو پڑھ کر کوئی نہیں بتا سکتا کہ اس میں کس واقعے کی طرف اشارہ ہے اور دور و قریب کے کنارے کہاں واقع تھے اور کس قافلے کا نیچے اترنا بیان کیا گیا ہے۔اس آیت میں غزوۂ بدر کی طرف اشارہ ہے، جہاں میدان بدر میں (مدینے سے) قریب کنارے پر مسلمانوں کا لشکر ٹھہرا تھا اور دور کے کنارے پر قریش کا لشکر خیمہ زن تھا۔اور جس قافلے کا نیچے اترنا مذکور ہے اس سے مراد ابوسفیان اور اس کا تجارتی قافلہ ہے۔

## اطاعت رسول سے انکار کی سزا

قرآن کریم دین کی بنیاد ہے۔اگر کوئی شخص سنت کا انکار کرتا ہے تو لامحالہ یہ قرآن کا بھی انکار کرتا ہے اس لئے کہ قرآن کریم کا کلام اللہ ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ہی ثابت ہے اور آپ کے ارشاد کا تعلق اسی سنت سے ہے جو منکرین حدیث کے نزدیک معتبر نہیں۔پس سنت کے انکار کا اصل مقصد دین کی بنیاد کو منہدم کرنا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا۞ (۶۵)

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس (قرآن) کی طرف جو اللہ نے اتارا ہے اور رسول کی طرف آؤ تو آپ منافقوں کو دیکھیں گے کہ وہ آپ سے کترا رہے ہیں۔

اس آیت میں واضح طور پر بتا دیا گیا ہے کہ باہمی تنازعات کے وقت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے سے اعراض کرنا کسی مسلمان کا کام نہیں۔ایسا کرنے والا منافق ہی ہوسکتا ہے۔جب ان منافقوں کو جو اسلام کا دم بھرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلایا جاتا ہے تو یہ آپ کی طرف سے منہ موڑ کر دوسروں کی طرف راغب ہو جاتے ہیں، تاکہ ان کو رشوت دے کر ان سے اپنے حق میں فیصلہ کرالیں۔ایک اور

جگہ ارشاد ہے:

قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًاج فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌO(٦٦)

بے شک اللہ جانتا ہے جو تم میں آنکھ بچا کر نکل جاتے ہیں۔ پس جو لوگ رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ ان پر کوئی آفت آجائے یا ان کو کوئی دردناک عذاب پہنچے۔

یہاں منافقوں کا حال بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو آپ ﷺ کی مجلس سے دوسروں کی آڑ لے کر چپکے سے کھسک جاتے ہیں۔ سو ایسے لوگوں کو اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ کہیں پیغمبر کے حکم کی خلاف ورزی پر دنیا ہی میں ان پر کوئی مصیبت نہ آپڑے یا آخرت میں ان کو دردناک عذاب سے سابقہ پڑے۔ قرآن کریم میں آخرت کی منظر کشی کرتے ہوئے ارشاد ہے:

يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِى النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَاO وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَاO رَبَّنَا اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًاO(٦٧)

جس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کئے جائیں گے تو وہ کہیں گے کہ کاش ہم نے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کی ہوتی۔ اور وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار! بے شک ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کی اطاعت کی سو انہوں نے ہمیں گم راہ کر دیا۔ اے ہمارے رب (اب) تو ان کو دوگنا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت کر۔

پس جس طرح گوشت بھوننے کے وقت گوشت کو الٹ پلٹ کیا جاتا ہے اسی طرح قیامت کے روز آگ کے اندر کافروں کے چہروں کو الٹ پلٹ کیا جائے گا۔ اس وقت وہ تمنا کریں گے کاش انہوں نے دنیا میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی ہوتی، کاش وہ مسلمان ہوتے۔ پھر وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کو حق پر سمجھ کر ان کی اطاعت کی اور ان کے کہنے پر چلتے رہے۔ ہمیں تو اب پتا چلا کہ وہ خود بھی گم

راہ تھے اور انہوں نے ہمیں بھی گم راہ کیا اور سیدھے راستے سے بھٹکایا۔ اے ہمارے رب! اب تو بھی ان کو دوگنا عذاب دے۔ ایک تو ان کے گم راہ ہونے کا اور دوسرا ہمیں گم راہ کرنے کا اور ان پر بدترین لعنت فرما۔ (۶۸)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۝ (۶۹)

آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے مندا ہونے سے تم ڈرتے ہو اور وہ گھر جس کو تم پسند کرتے ہو، تمہیں اللہ اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہوں تو تم انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم (عذاب) بھیج دے اور اللہ فاسق قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

پس اگر تمہیں اپنے ماں باپ، بیٹے، بھائی، اموال تجارت اور مکان وغیرہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز ہیں تو پھر کافروں کے ساتھ تم بھی عذاب برداشت کرنے کے لئے تیار رہو۔ پھر جو حال ان کا ہو گا وہی تمہارا بھی ہو گا۔ قرآن کریم میں ایک اور جگہ ارشاد ہے:

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۠ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ۝ (۷۰)

اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرنی کرے گا اور اس کی (مقرر کی ہوئی) حدود سے تجاوز کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ

الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ○(۷۱)

اور جو کوئی ہدایت ظاہر ہونے کے بعد بھی رسول کی مخالفت کرے گا اور مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستے پر چلے گا تو ہم بھی اس کو اسی راستے پر چلائیں گے اور ہم اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔

پس ہر شخص کو اپنے نفس کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا چاہئے، جس کے پاس سب کو لوٹ کر جانا ہے اور ان آیات کو پڑھ کر اس کے رونگٹے کھڑے ہو جانے چاہئیں کہ کہیں مذکورہ بالا صفات کے حاملین اور اللہ اور اس کے رسول کے نافرمانوں میں اس کا بھی انتخاب نہ ہو جائے۔

## حوالے


۱۔ الذریت:۵۶
۲۔ البقرہ:۲۱۳
۳۔ یونس:۴۷
۴۔ انعام:۱۲۴
۵۔ النساء:۱۶۳
۶۔ ابن حجر العسقلانی۔فتح الباری۔قدیمی کتب خانہ، کراچی: ج۱،ص۱۱
۷۔ راغب اصفہانی۔المفردات۔مصر، مصطفیٰ البابی الحلبی، ۱۹۶۱ء:ص۵۱۵
۸۔ النحل:۶۸
۹۔ الاسراء:۲۰
۱۰۔ العنکبوت:۶۹
۱۱۔ فتح الباری:ص۱۱ج۱
۱۲۔ النساء:۱۶۳
۱۳۔ الشوریٰ:۵۱
۱۴۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی۔محاضرات حدیث۔الفیصل، لاہور ۲۰۰۳ء:ص۱۷، ۲۱
۱۵۔ بخاری۔مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان: ج۱،ص۵، رقم۱
۱۶۔ محاضرات حدیث:ص۲۳، ۲۴

۱۷۔ البقرہ۲۶
۱۸۔ محاضرات حدیث:ص ۷۶
۱۹۔ النحل:۸۹
۲۰۔ النجم:۳،۴
۲۱۔ دارمی۔السنن۔قدیمی کتب خانہ، کراچی: ج۱،ص۱۳۶،رقم ۴۸۴
☆ احمد۔المسند۔داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۹۹۳ء: ج۲،ص۳۴۵،رقم ۶۴۷۴
۲۲۔ النساء:۱۰۵
۲۳۔ النحل:۴۴
۲۴۔ الجمعہ:۲
۲۵۔ البقرہ:۱۲۹
۲۶۔ المفردات:ص ۷۵
۲۷۔ مفتی محمد شفیع۔معارف القرآن۔ادارۃ المعارف، کراچی: ج۱،ص۳۳۴
۲۸۔ دارمی: ج۱،ص۱۱۱،رقم ۳۴۹
☆ ابن ماجہ۔السنن۔دارالمعرفہ، بیروت ۱۹۹۸ء: رقم ۲۲۹
۲۹۔ معارف القرآن: ج۱،ص۳۳۲
۳۰۔ النساء:۱۱۳
۳۱۔ البقرہ:۲۳۱
۳۲۔ ابوداؤد۔السنن۔دارالفکر ۱۹۹۴ء: ج۴،ص۲۰۴،رقم ۴۶۰۴
☆ ترمذی۔الجامع السنن۔دارالفکر ۱۹۹۴ء: ج۴،ص۳۰۲،رقم ۲۶۷۳
۳۳۔ ابوداؤد: ج۳،ص۲۹۵،رقم ۳۵۹۲
۳۴۔ حاکم۔المستدرک۔دارالکتب العلمیہ ۱۹۹۰ء: ج۱ص۱۷۲،رقم ۳۱۹
۳۵۔ ترمذی: ج۴،ص۳۰۸،رقم ۲۶۵۸
☆ ابن ماجہ: ج۱،ص۳۸،رقم ۴۲
۳۶۔ مسلم۔الصحیح۔دارالکتب العلمیہ، ۱۹۹۸ء: ج۲،ص۳۲۸،رقم ۱۴۰۱
۳۷۔ النسا:۵۹

۳۸۔ الحشر:۷
۳۹۔ آل عمران:۳۲
۴۰۔ النور:۵۴
۴۱۔ الاحزاب:۷۱
۴۲۔ النساء:۶۴
۴۳۔ ایضاً:۸۰
۴۴۔ الانفال:۲۴
۴۵۔ ابوداؤد: ج۱،ص۵۴۲،رقم ۱۴۵۸
☆ نسائی۔السنن: کتاب الفتن۔باب تاویل قولہ عزوجل ولقد اتینک سبعا من المثانی والقران العظیم
۴۶۔ الاحزاب:۲۱
۴۷۔ النساء:۶۵
۴۸۔ الاحزاب:۳۶
۴۹۔ آل عمران:۳۱
۵۰۔ معارف القرآن: ج۲،ص۵۵
۵۱۔ النور:۵۱
۵۲۔ البقرہ:۱۸۷
۵۳۔ بخاری۔الصحیح: کتاب التفسیر،سورۃ البقرہ،باب ۲۸
۵۴۔ الاعراف:۱۵۷
۵۵۔ البقرہ:۲۳۸
۵۶۔ الحجر:۸۷
۵۷۔ الحشر:۵
۵۸۔ الزلزال:۴
۵۹۔ التوبہ:۸۴
۶۰۔ المائدہ:۵۸

۶۱۔ الجمعہ:۹

۶۲۔ البقرہ:۱۹۶

۶۳۔ معارف القرآن: ج۱،ص۴۸۱، ۴۸۲

۶۴۔ الانفال:۴۲

۶۵۔ النساء:۶۱

۶۶۔ النور:۳

۶۷۔ الاحزاب:۶۶ تا ۶۸

۶۸۔ ابن کثیر۔التفسیر۔عیسیٰ بابی الحلبی، مصر: ج۳،ص۵۱۹

۶۹۔ التوبہ:۲۴

۷۰۔ النساء:۱۴

۷۱۔ النساء:۱۱۵

۲۷علمی ودینی مقالات کا قیمتی مجموعہ

صراط مستقیم

حضرت مولانا مفتی غلام قادر رحمہ اللہ

ترتیب: سید عزیز الرحمٰن

صفحات ۲۶۴ قیمت:۱۶۰

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز

اے۔۴/۱۷۔ناظم آباد نمبر۴، کراچی۔فون: ۳۶۶۸۴۷۹۰